
جب مرزا قادیانی
کو موت آئی!

مرزا قادیانی ہیضہ کا شکار ہو کر 26 مئی 1908ء کو بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے رات لاہور میں واصل جہنم ہوا۔ اس کی ارتھی کو مال گاڑی پر لاد کر قادیان لے جایا گیا اور قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس مدعی نبوت کو قادیاں ہی کی خاک میں دفن کر دیا گیا۔ اس ملعون ازلی کے مرض الموت سے موت تک اور پھر موت سے تدفین تک کے پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مرض:۔	ہیضہ
دن:۔	منگل
وقت:۔	رات
ٹائم:۔	ساڑھے دس بجے
موسم:۔	گرما
مہینہ:۔	مئی
تاریخ:۔	26
شہر:۔	لاہور
جائے مرگ:۔	ٹٹی خانہ
مدفن:۔	قادیاں

لاہور سے قادیاں جس سواری پر لے جایا گیا:۔ مال گاڑی

بندہ حقیر پر تقصیر کی عقل و دانش کے مطابق مندرجہ بالا سارے پروگرام کی تشکیل یوں ہوئی کہ کذاب زمان مرتد ہندوستان مرزائے قادیان نے کئی علمائے اسلام سے مباہلہ کیا۔ آخری مباہلہ قادیانیت پر برسنے والی شمشیر بے نیام مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ سے ہوا۔ جس میں مرزا قادیانی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کو ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعے مباہلے کا چیلنج دیا جس کا عنوان تھا۔ "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اس میں مرزا قادیانی نے مولانا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا!

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ اکثر اوقات اپنے پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون اور ہیضہ کے امراض مہلکہ سے۔"

مباہلہ سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور مباہلہ میں جھوٹے پر اللہ کا عذاب لپک لپک کر نازل ہوا کرتا ہے کیونکہ اس مباہلہ میں مرزا قادیانی نے رب ذوالجلال سے لکھ کر درخواست کی تھی کہ مولا تو جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے۔ مباہلہ میں مرزا قادیانی جھوٹا تھا اس لئے اس کذاب کو اس کے سچے حریف مولانا امرتسریؒ کی زندگی میں مارنے کا پروگرام بن گیا لیکن سب سے پہلا سوال یہ اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس مرض سے مارا جائے اس سوال پر ساری بیماریاں اللہ کے حضور محو التجا ہوئیں۔

"بخار بولا! مولا تو اس کو میرے حوالے کر میں اپنی تپش سے اس کے وجود کو جلا کر خاک سیاہ بنا دوں گا۔"

"کھانسی بولی، اللہ! تو اسے میرے حوالے کر میں اس کے پھیپھڑے پھاڑ دوں گی۔"

"کینسر بولا، رب ذوالجلال! اسے میرے شکنجے میں دے میں اس کے پورے جسم کو پھوڑا بنا دوں گا۔ اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس کی جان قسطوں میں نکلے گی۔"

"سر درد بولا مالک کائنات! تو مجھے اس پر مسلط کر دے میں اس کے دماغ کے پرخچے اڑا دوں گا۔"

"خارش بولی، یا حیی یا قیوم! تو مجھے موقع دے میں اسے ڈانس کرا کرا کر مار دوں گی۔"

غرضیکہ ساری بیماریوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دیئے۔ ایک کونے میں مسٹر ہیضہ بیٹھا تھا۔ وہ بڑے احترام سے کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ مولا! تیرے پاس بڑی خطرناک اور ہولناک بیماریاں ہیں میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں لیکن مولا! کیونکہ تیری ساری بیماریوں میں سب سے گندہ میں ہوں اور تیری ساری مخلوق میں سب سے گندہ یہ ہے لہٰذا اصول یہی ہے کہ گندے کو گندہ مارے۔ اس لئے مرزے کو مارنے کا حق میرا بنتا ہے۔ ماحول پر خاموشی چھا گئی اور فیصلہ ہیضہ کے حق میں ہو گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ اس کی موت کا دن کونسا رکھا جائے؟

ہر دن اللہ سے التجائیں کرنے لگا کہ مرزے کی موت کے لئے اس کا انتخاب کیا جائے تاکہ مرزا اس کے دامن میں تڑپ تڑپ کر جان دے اور وہ اسے تڑپتا پھڑکتا دیکھ کر اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکے۔ لیکن منگل نے روتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! مرزا قادیانی کذاب کا کہنا تھا کہ منگل کا دن بڑا منحوس ہے

(واضح رہے کہ سیرت المہدی میں مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ ۸ پر اپنی والدہ کے حوالے سے

لکھتا ہے کہ حضرت صاحب منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔)

اس کے منہ سے طعن و تشنیع کے یہ نکلے ہوئے تیر میرے سینے میں پیوست ہو جاتے اور میں بلبلا اٹھتا خداوندا! اب میرے ساتھ انصاف یہی ہو گا کہ اسے منگل والے دن ہی مارا جائے تاکہ رہتی دنیا تک جن وانس اس پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے رہیں ـــــ کہ دیکھو مردود جس دن کو منحوس کہتا تھا اسی دن مر گیا ـــ پھر کیا تھا منگل بازی لے گیا۔

سوال اٹھا کہ اسے دن کو مارا جائے یا رات کو؟

دن کہنے لگا میرے مالک اسے دن میں مارا جائے کیونکہ یہ اپنی نبوت کاذبہ کا سارا کام دن میں کرتا تھا ـــ لوگوں سے پیسے دن میں بٹورتا تھا ـــ بھاری رقوم کے منی آرڈر دن میں وصول کرتا تھا ـــ دن میں ہی اپنے مریدوں کی محفل سجا کر انہیں اپنے الہامات سناتا تھا ـــ دن میں ہی مناظرے اور مباحثے کرتا تھا ـــ دن میں ہی کچہری میں رشوتیں وصول کرتا تھا ـــ اکثر دن میں ہی لوگوں سے بیعت لیتا تھا ـــ میرے مالک اس نے مجھ میں بڑے گناہ کیے ہیں اس لئے میرا قرض چکایا جائے اور اسے دن میں ہی مارا جائے۔ رات گلوگیر آواز میں بولی میرے خالق! اگر فیصلہ اس کے گناہوں اور سیاہ کرتوتوں کے تناسب سے ہی کرنا ہے تو میرے مولا! میرے دل کے زخموں کی زبان سے زخمی داستانیں بھی سن۔ میرے مولا! ای پلومر کی شراب رات کو پیتا تھا ـــ بھانو سے ٹانگیں رات کر دبواتا تھا ـــ رات کو ہی ابلیس آکر اسے اپنی شیطانی وحی سے نوازتا تھا اور اگلے دن کے لئے شیطانی پروگرام عطا کرتا تھا ـــ رات کو ہی عریاں اور حیا سوز شاعری کرتا تھا ـــ رات کے اندھیرے میں ہی اپنی باطل تصانیف کا فعل شنیع سرانجام دیتا تھا ـــ لوگوں سے سارے دن کا بٹورہ ہوا چندہ رات کو ہی گنتا تھا اور خوشی سے آوارہ قہقہے لگاتا تھا ـــ رات کو ہی ٹیچی ٹیچی سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کرتا تھا۔ اور پھر جب یہ شیطانی کام کرتے کرتے تھک جاتا تو بستر پر دراز ہو جاتا اور پھر رات کی تاریکی اور سناٹے میں نوجوان لڑکیاں اسے پنکھا جھلنے لگتیں اور یہ ننگ انسانیت بے حیائی کی ہواؤں میں بے غیرتی کی نیند سو جاتا ـــ رات ہچکیاں لے لے کر روتی ہوئی کہنے لگی میرے مالک! میرے زیر زبان اور میرے دل کی تہوں میں ایسی ایسی داستانیں چھپی ہوئی ہیں کہ اگر شرم و حیا مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں تو دن خود ہی میرے حق میں دست بردار ہو جائے گا ـــ

جواباً دن نے بھی تڑپ کر دلائل کی مشین گن چلا دی دونوں طرف کے دلائل بڑے وزنی تھے ـــ لہٰذا دونوں کو راضی کرتے ہوئے فیصلہ ہوا کہ مرزا کو رات کو مارا جائے گا اور دن میں اس کا جنازہ نکالا جائے گا۔ یوں رات نے فرسٹ پوزیشن اور دن نے سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

یہ فیصلہ تو ہو گیا کہ مرزا رات کو مردار ہو گا لیکن پھر سوال اٹھا کہ رات کو کتنے بجے مارا جائے۔

ایک بولا! اسے رات کے ایک بجے مارا جائے کیونکہ اس نے خدائے واحد کی شان میں بڑی ہرزہ سرائی کی ہے۔

دو بولا! اسے رات کے دو بجے ختم کیا جائے کیونکہ یہ روئے زمین پر کائنات کی دو عظیم ہستیوں یعنی اللہ اور رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

تین بولا! نہیں اسے تین بجے نچوڑا جائے کیونکہ اس نے اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر بڑے رکیک حملے کئے ہیں۔

چار بولا! نہیں نہیں اسے چار بجے مروڑا جائے کیونکہ یہ نبیؐ کے چار یاروں اور اللہ کے پیاروں سے انتہائی بغض و عناد رکھتا ہے۔

اسی طرح دیگر اعداد اپنے اپنے حق میں بڑے مضبوط اور قوی دلائل دیتے رہے۔ سب سے آخر میں "دس" اٹھا اور عرض کرنے لگا۔

اے سمیع و علیم! اگر اسے ایک بجے مارا جائے تو اسے ایک جرم کی سزا ملے گی۔

اگر اسے دو بجے "کلین بولڈ" کیا گیا تو اسے صرف دو جرائم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے تین بجے "ٹھاہ" کیا گیا تو اسے صرف تین جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

اگر اسے چار بجے رگڑا گیا تو اسے صرف چار جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر رات کے بارہ بجے بھی اس کا خاتمہ کیا گیا تو اس کی فرد جرم میں صرف بارہ جرائم ہونگے لیکن میرے مالک! اس کے جرائم تو ان گنت اور بے شمار ہیں۔ میرے مولا! معاشرے میں جو شخص ہر سمت ہر پہلو سے اور ہر جہت سے مجرم ہو اسے "دس نمبریا" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ہر پہلو۔ ہر سمت۔ اور ہر جہت سے اسلامی دنیا کا مجرم اعظم ہے۔ لہٰذا اس کے تمام جرائم کو ایک "اصطلاح" "دس نمبریا" قرار دے سکتے ہیں اور کیونکہ یہ دس نمبریا ہے اس لئے اسے دس بجے مارا جائے۔ نہیں بلکہ یہ تو "دس نمبریا" سے بھی بڑھ کر "ساڑھے دس نمبریا" ہے۔ لہٰذا اسے ساڑھے دس بجے مارا جائے۔ دس کا جواب بڑا منطقی اور عقل و دانش پر مبنی تھا۔ اس لئے فوری طور پر مرزا قادیانی کی موت کا وقت ساڑھے دس بجے مقرر ہو گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس موسم میں مارا جائے گرمی میں یا سردی میں؟

گرمی نے گرم گرم دلائل دیتے ہوئے کہا۔ اے خدا! اسے گرمی کے موسم میں مردار کر کیونکہ اگر یہ سردی کے موسم میں مرا تو اس کی میت بے حیثیت ایک دو دن نکال جائے گی۔ اور اگر گرمی میں مرا تو اپنا جشن ہو جائے گا۔ ایک غلیظ مرتد مردہ، اوپر سے ہیضہ کی موت۔ منہ اور مقعد

سے غلاظت کا اخراج مسلسل، کفن کا غلاظت میں لتھڑا جانا اور اوپر سے چلچلاتی اور جلاتی دھوپ. میت سے بدبو کے ایسے بھبھوکے اٹھیں گے کہ قادیانیوں کے دماغ پھٹ جائیں گے۔ جنازے کا جلوس جہاں سے گذرے گا بدبو کی تاب نہ لاتے ہوئے لوگ بھاگ جائیں گے۔ اور اس جعلی نبی پر لعنتوں کے ڈونگرے برسائیں گے۔

گرمی کے دلائل سننے کے بعد سردی نے گرمی کی افادیت پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے گرمی کے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا اور یوں مرزا قادیانی گرمی کے سپرد کر دیا گیا۔

موسم تو گرمی کا طے ہو گیا لیکن پھر سوال اٹھا کہ مہینہ کونسا رکھا جائے؟

موسم گرما میں آنے والے سارے مہینے ماہر قانون دانوں کی طرح اپنے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دینے لگے۔ لیکن ماہ مئی سب پر سبقت لے گیا۔ مئی رب کے حضور نہایت ادب اور احترام کے ساتھ عرض کرنے لگا اے رب ذوالجلال! موسم گرما کا آغاز مجھ ہی سے ہوتا ہے۔ میرے آتے ہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ گرمی آگئی اور گرمی سے نمٹنے کے انتظامات کرنے لگتے ہیں ویسے تو سارے مئی میں گرمی اپنے جوبن پر ہوتی ہے لیکن اگر مئی کے آخری عشرے کا انتخاب کر لیا جائے تو یہ سونے پہ سہاگے والا کام ہوگا اور مرزے کی موت کا جشن بھی جوبن پر ہوگا۔ میری نوکیلی اور آگ برساتی ہوئی کرنیں مرزے کے جسم سے بدبو. تعفن اور سڑاند کے ایسے طوفان اٹھائیں گی کہ الامان والحفیظ۔ اس کے علاوہ میرا ایک قدرتی حق بھی بنتا ہے کہ م سے مئی اور م سے مرزا قادیانی۔ م سے مئی اور م سے ہی مسیح کذاب۔ م سے مئی اور م سے مینارۃ المسیح۔ م سے مئی اور م سے مرتد۔ ماہ مئی بولے جا رہا تھا اور سارے مہینے چپ سادھے اس کے دلائل سن رہے تھے فیصلہ میرٹ پہ ہو گیا اور مئی فاتح قرار پایا۔ ہیضے نے انتہائی سرعت کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے مئی سے مصافحہ کیا اور فرط مسرت سے بغلگیر ہو گیا کہ اچھی ٹیم تیار ہو رہی ہے!

پھر سوال اٹھا کہ مئی کی تاریخ کون سی رکھی جائے؟

ہر تاریخ کو باری باری بولنے کا موقع دیا گیا۔ ساری تاریخوں نے یہ "سعادت" حاصل کرنے کے لئے دلائل و براہین کے دریا بہا دیئے لیکن جب 26 تاریخ نے اپنے انمول دلائل دینے شروع کئے تو ساری تاریخیں اس کی ذہانت اور فطانت پہ عش عش کر اٹھیں اور ماحول علم و حکمت کی ہواؤں سے جھومنے لگا۔ 26 تاریخ اللہ کے حضور التجا کرتے ہوئے کہنے لگی۔ "اے رب السمٰوات والارض! اس نبی کاذب کا پورا نام "مرزا غلام احمد قادیانی نبی فرنگ ہے" اگر اس کے پورے نام کے حروف تہجی کو گنا جائے تو وہ پورے چھبیس بنتے ہیں اس لئے یہ میرا قدرتی اور فطری حق ہے۔" پھر 26 تاریخ نے مرزا قادیانی کے پورے نام کے حروف تہجی گنواتے ہوئے کہا۔

مرزا = م۔ ر۔ ز۔ ا = 4

غلام = غ۔ ل۔ ا۔ م = 4

احمد = ا۔ ح۔ م۔ د = 4

قادیانی = ق۔ ا۔ د۔ ی۔ ا۔ ن۔ ی = 7

نبی = ن۔ ب۔ ی = 3

فرنگ = ف۔ ر۔ ن۔ گ = 4

ٹوٹل = 26

26 مئی کی اس انوکھی، نرالی اور اچھوتی دلیل پر سب نے اسے مبارکباد دی اور انہیں مبارک بادوں کی صداؤں میں 26 تاریخ کو فتح کا گولڈ میڈل دے دیا گیا۔

موت کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس شہر میں مارا جائے خدا کی دھرتی پر بسنے والے سارے شہر جھولیاں پھیلا پھیلا کر اللہ سے یہ مراد طلب کرنے لگے ہر ایک نے رب العزت کو مرزا قادیانی کے بارے میں اپنے غم و غصہ سے آگاہ کیا۔

شہر لاہور اپنی باری پر بڑے وقار سے اٹھا اور گویا ہوا، خداوندا! ہر شہر تیرے رسول ؐ کے دشمن کو دبوچنے کے لئے تڑپ رہا ہے اس کی تڑپ اپنے پیچھے شعلہ زن جذبات لئے ہوئے ہے۔ لیکن اے مختار کل! اس کا میرے ذمہ ایک قرض ہے جو مجھے چکانا ہے آج سے کچھ برس قبل اس دجال نے تیرے ولی کامل پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو لاہور کی شاہی مسجد میں مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ جواب میں حضرت پیر صاحب نے کہا تھا، اے مرزا قادیانی! تو بادشاہی مسجد میں آ۔ ایک مینار پر تو چڑھ جا اور دوسرے پر میں چڑھ جاتا ہوں اور دونوں چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہو گا بچ جائے گا جو جھوٹا ہو گا مر جائے گا۔ اس دن میں بڑا خوش تھا کہ شکار قابو آ گیا۔ اور اپنے نصیبوں پر رشک کر رہا تھا۔ لیکن عین وقت پر عیار مرزا قادیانی میدان سے فرار ہو گیا اور میں دانت پیستا رہ گیا۔ اور اس وقت سے آج تک انتقام کے شعلوں میں جھلس رہا ہوں۔ میرا وجود انگارہ بن چکا ہے۔ کریما! تو اسے میرے حوالے کر دے تاکہ میں اپنے جھلستے ہوئے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکوں۔ مولا! میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ بعد از موت اس کے جنازے کے ساتھ جو سلوک لاہور کے جیالوں نے کرنا ہے وہ کوئی اور شہر نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں اپنی دور بین نگاہوں سے یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ 1953 کی ختم نبوت کی تحریک میں لاہور کی بہادر مائیں اپنے دس ہزار سجیلے جوان بیٹے تیرے نبی ؐ کی عزت و ناموس پر نثار کر دیں گی۔ لاہور نے اپنا مقدمہ خوب لڑا اور فاتح ٹھہرا۔

مسٹر ہیضہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے لاہور کو مبارکباد دی اور آنکھوں کی زبان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا انشاء اللہ جلد ہی لاہور میں ملاقات ہو گی۔

یہ مسئلہ تو طے ہو گیا کہ مرزا قادیانی لاہور میں مرے گا۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھا کہ لاہور میں کس مقام پر مرے گا۔ سوال سنتے ہی "ٹٹی خانہ" جست لگا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا! اے مالک! لوگ میدانوں میں مرتے ہیں ــــ صحراؤں میں مرتے ہیں ــــ کوہساروں میں مرتے ہیں ــــ سمندروں میں مرتے ہیں ــــ فضاؤں میں مرتے ہیں ــــ شاہراہوں پر مرتے ہیں ــــ گلیوں میں مرتے ہیں ــــ مکانوں میں مرتے ہیں ــــ کمروں میں مرتے ہیں ــــ بر آمدوں میں مرتے ہیں ــــ باورچی خانوں میں مرتے ہیں ــــ حتی کہ غسل خانوں میں مرتے ہیں ــــ لیکن ٹٹی خانوں میں کوئی نہیں مرتا۔ کریما! میری بھی ایک حیثیت ہے، میرا بھی ایک محل وقوع ہے، میرا بھی ایک جغرافیہ ہے۔ ایک موت میرے اندر بھی ہو جائے۔ اگر اس جیسا گندہ انسان بھی مجھ میں نہ مرا تو قیامت تک مجھ میں کوئی نہیں مرے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹٹی خانہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ رب العزت کو اس پر ترس آ گیا۔ اور فیصلہ ٹٹی خانہ کے حق میں ہو گیا ٹٹی خانہ نے فوراً ہچکیاں روک لیں اور ایک زور دار قہقہہ لگایا اور پورا ماحول زعفران زار بن گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو دفن کس شہر میں کیا جائے؟

سوال سنتے ہی سارے شہر پریڈ کرتے ہوئے سپاہیوں کی طرح الرٹ ہو گئے۔ لیکن قادیان نے اجازت طلب کر کے سب سے پہلے اپنا خطاب شروع کیا۔ قادیان روتا، کانپتا بے تکان بولتا ہوا کہہ رہا تھا۔

اے عادل اعظم! اس نے میری کوکھ سے جنم لیا ــــ میری فضاؤں اور ہواؤں میں پلا بڑھا۔ اپنے نام کے ساتھ میرا نام لکھا۔ مجھے ہی اس نے اپنی نبوت کا مرکز بنایا ــــ اس کے برپا کردہ فتنہ کو میرے نام سے منسوب کیا جانے لگا یعنی فتنہ قادیان ــــ اس لعین نے میرے وجود کو گالی بنا دیا ــــ میری عزت خاک میں ملا دی ــــ دنیا میں مجھے ذلیل و رسوا کر دیا ــــ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا ــــ دیگر شہر مجھے مذاق اور ٹھٹھہ کرنے لگے ــــ میرے دن کانٹوں پر اور میری راتیں انگاروں پر بسر ہونے لگیں ــــ

اب اسے دفن کرنے کا پروگرام ہے تو میری یہ التجا ہے کہ میری دھرتی پہ پلنے والا یہ زہریلا سانپ میرے ہی سپرد کیا جائے تاکہ قبر میں لٹا کر میں اس کی پسلیاں توڑ سکوں ــــ لپکتے شعلوں میں اسے جلتا دیکھ سکوں ــــ برستے کوڑوں میں اس کی چیخیں سن سکوں ــــ بچھوؤں کو اس کے غلیظ دماغ پر ڈنک مارتا دیکھ سکوں اور سانپوں کو اس کی آوارہ زبان نوچتے ملاحظہ کر سکوں۔ مولا! یہ میرے ارمان ہیں جو میرے دل میں ایک لمبی مدت سے مچل رہے ہیں۔ خداوند! میری یہ التجائیں قبول کر لے۔ قادیان کے دلائل اتنے مبنی بر حقیقت تھے کہ فوراً قادیان کے حق میں فیصلہ سنا دیا گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی مرے گا تو لاہور میں اور دفن قادیان میں ہو گا۔ اس کے جنازے کو کس سواری پر رکھ کر قادیان لے جایا جائے گا؟

یکہ بولا! اسے میرے حوالے کر دے میں دولتیاں جھاڑ جھاڑ کر اس کا منہ توڑ دوں گا۔

کار بولی! اے مولا! اسے میرے سپرد کر دے میں راستے میں کسی ویرانے میں جا کر پنکچر ہو جاؤں گی اور یہ وہیں گل سڑ جائے گا۔

بس بولی۔ یا جبار! اسے مجھ میں سوار کر دے میں راستے میں خراب ہو جاؤں گی۔ یہ تو سڑاند سے پھول کر دوگنا ہو جائے گا۔ باقی قادیانی دھکا لگا کر پھول کر چوگنے ہو جائیں گے۔

آخر میں مال گاڑی بولی، اے قہار! یکے میں انسان سفر کرتے ہیں۔ کار میں بھی انسان سفر کرتے ہیں اور بس میں بھی انسان سفر کرتے ہیں لیکن مجھ میں بھیڑ، بکریاں، گدھے، گھوڑے، چھترے، دنبے، گائیں، بھینسیں، مرغیاں، بطخیں، کتے اور خنزیر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ اے عادل اعظم! یہ انسان کے روپ میں جانوروں سے بدترین مخلوق ہے۔ لہٰذا اس کا صرف مجھ میں سوار ہونے کا حق بنتا ہے۔ لہٰذا میں آپ کی عدالت میں بڑی عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے میرا حق عنایت کیا جائے۔ مال گاڑی کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہٰذا مال گاڑی کو اس کا مال دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام مکمل ہو گیا۔ اور سیل کر دیا گیا۔ وقت مست خرام ندی کی طرح چلتا رہا ـــــ لیل و نہار کی گردش جاری رہی ـــــ سورج مشرق کی کوکھ سے طلوع ہو کر مغرب کی لحد میں ڈوبتا رہا۔ کئی صبحیں ہوئیں اور کئی شامیں گزر گئیں ـــــ آخر 26 مئی آگیا ـــــ منگل کا دن آگیا ـــــ مسٹر ہیضہ مسلح ہو کر لاہور پہنچ گیا ـــــ مرزا قادیانی 26 مئی بروز منگل اپنے ایک مرید کے گھر واقع برانڈرتھ روڈ لاہور وارد ہوتا ہے ـــــ مریدوں کے ہجوم میں شیطانی گفتگو کا دور چل رہا ہے ـــــ دن اپنی مسافت طے کر کے اپنے لیلوں سمیت رخصت ہو چکا ہے ـــــ رات کی جادوگرنی نے اپنی سیاہ زلفیں کھول کر تاریکیوں کے خیمے گاڑ دیئے ہیں ـــــ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے ـــــ دستر خوان بچھ گیا ہے ـــــ پلاؤ، قورمہ، مرغا، حلوہ، فرنی، تیتر اور بٹیر اپنی بہار دکھا رہے ہیں اور خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں ـــــ پیٹ کا حریص مرزا قادیانی دونوں ہاتھوں اور بتیس دانتوں سے کھانے کا صفایا کر رہا ہے ـــــ کہیں مرغے پہ حملہ ہے کہیں بٹیر پہ یلغار ہے ـــــ کہیں پلاؤ سے دست پنجہ ہے اور کہیں فرنی پہ شب خون ہے ـــــ پیٹ کا مٹکا بھر چکا ہے لیکن نیت کا مٹکا خالی ہے ـــــ سامنے مسٹر ہیضہ کھڑا مسکرا رہا ہے اور حملے کے سگنل کا منتظر ہے ـــــ آن واحد میں ہیضہ ماہر کمانڈو کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور مرزا قادیانی کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے ـــــ پیٹ کو سنبھالتا ہوا لیٹرین کی طرف بھاگتا ہے ـــــ فارغ ہو کر آتا

ہے کہ فوراً دوسرا دست شلاہ کرکے آجاتا ہے پھر گولی کی رفتار سے لیٹرین کی طرف دوڑتا ہے۔۔۔ کمزوری اور نقاہت جسم پر قبضہ کر لیتی ہیں جب فارغ ہو کر آتا ہے تو رات کو سورج نظر آرہا ہوتا ہے۔۔۔ چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے۔۔۔ پھر اتنی ہمت نہیں رہتی کہ اٹھ کر لیٹرین میں جائے۔۔۔ چارپائی کے ساتھ عارضی لیٹرین بنا دی جاتی ہے۔۔۔ مسٹر ہیضہ اپنی سپیڈ تیز کر دیتے ہیں۔۔۔ دست مشین گن کی گولیوں کی طرح وارد ہونے لگتے ہیں۔۔۔ دستوں اور زندگی میں دست بدست لڑائی ہونے لگتی ہے۔۔۔ مرزا قادیانی چارپائی پر گر گیا ہے نبضیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔۔۔ ماتھے پر ٹھنڈے پسینے آگئے ہیں۔۔۔ نتھنے پھیل رہے ہیں۔۔۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں اور انگریزی نبوت کا جسم "ٹوسٹ" کر رہا ہے قادیانی بھاگم بھاگ ڈاکٹروں کو لے آتے ہیں۔۔۔ ڈاکٹر انگریزی نبی کے جسم میں انگریزی ٹیکے لگا رہے ہیں۔۔۔ لیکن فاتح مرزا قادیانی "مسٹر ہیضہ" مرزا قادیانی کو چاروں شانے چت گرا کر سینے پر سوار ہو چکا ہے۔ دیوار پہ لگی گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ رینگ رہی ہیں۔۔۔ لیجئے ساڑھے دس بجنے میں چند ساعتیں باقی ہیں۔۔۔ موت گھر کی دیوار عبور کر چکی ہے۔۔۔ اور فرشتہ اجل نے فولادی ہاتھوں سے غلیظ جسم سے روح نکال لی ہے۔۔۔ اور مرزا قادیانی زندگی کی پچ پر ہیضہ کی تباہ کن باؤلنگ سے کلین بولڈ ہو گیا ہے۔۔۔ فضاؤں میں قادیانی زبانوں کی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔۔۔ نالہ وشیون شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔ گریہ وزاری کا بازار گرم ہو گیا ہے۔۔۔ کفر بے سہارا ہو گیا ہے۔۔۔ ابلیس کا لاڈلا بیٹا داغ مفارقت دے گیا ہے۔۔۔ ملکہ وکٹوریہ کا چہیتا بھائی مر گیا ہے۔۔۔ فرنگی کا نبی انتقال کر گیا ہے۔۔۔ ٹیچی ٹیچی کا یار، یارانہ توڑ گیا ہے۔۔۔ مسیلمہ کذاب کا سانڈو منہ موڑ گیا ہے۔۔۔ جھوٹ کا ابا مر گیا ہے۔۔۔ خباثت کا تایا فوت ہو گیا ہے۔۔۔ دجل وفریب کا خالو چل بسا ہے۔۔۔ عریانی فحاشی کا پھوپھا خاموش ہو گیا ہے اور گالیوں کا ہیڈ ماسٹر جہنم میں ٹرانسفر ہو گیا ہے۔

مرید کے گھر میں مرزا قادیانی کی لاش پڑی ہے۔۔۔ بدبو نے اپنے جوہر دکھانے شروع کر دیئے ہیں۔۔۔ لاہور میں مرزا قادیانی کی موت کی نوید مسرت باد صبا کی طرح پھیل جاتی ہے۔۔۔ اور عاشق رسول اہل لاہور اس فرنگی نبی کو "کڑاہی توپوں" کے اکیس اکیس "کڑاہی گولوں" کی سلامی دینے کی خفیہ تیاری شروع کر دیتے ہیں۔۔۔ گھروں کا سارا کوڑا کرکٹ کڑاہیوں میں ڈال کر چھتوں کی منڈیروں پر رکھ دیا جاتا ہے۔۔۔ برانڈرتھ روڈ سے مرزا قادیانی کا جنازہ نکل کر ریلوے سٹیشن روانہ ہوتا ہے۔۔۔ جونہی جنازے کا جلوس مرید کے گھر سے سرکتا ہے مرزے کی لاش پر "کڑاہی توپوں" کی سلامی شروع ہو جاتی ہے۔۔۔ کڑاہیوں کے گولے فضا میں رقص کرتے ہوئے آتے ہیں اور مرزا قادیانی کا منہ چوم چوم جاتے ہیں۔۔۔ ایسی تاریخی "کڑاہی باری" ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی غلاظت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔۔۔ حفاظت کے لئے آئے ہوئے سپاہیوں کی وردیاں

بھی غلاظت سے بھر جاتی ہیں ۔۔۔ بڑی مذمت اور مرمت کے بعد میت کو ریلوے سٹیشن پر لایا گیا ۔۔۔ میت کو قادیاں لے جانے کے لئے مال گاڑی میں بکنگ کرائی جانے لگی ۔۔۔ لیکن جب اصول پرست اور اکھڑ ریلوے افسر کو پتہ چلا کہ مرزے کی موت ہیضہ سے ہوئی ہے تو اس نے ریلوے قانون کے مطابق یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ہیضہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس لئے خطرہ کے پیش نظر میت کو بک نہیں کیا جا سکتا ۔۔۔ قادیانی بھاگم بھاگ اعلیٰ انگریز ریلوے افسر کے پاس پہنچے اور رو رو کر کہنے لگے ۔جناب آپ کا انگریزی نبی ریلوے سٹیشن پر بے یارو مدد گار پڑا ہے ۔۔۔ مسلمان ٹھٹھہ و مذاق کر رہے ہیں ۔۔۔ اور ہم آپ کے بنائے ہوئے نبی کے خادم ذلت کی خاک چاٹ رہے ہیں ۔۔۔ اعلیٰ ریلوے حکام کی طرف سے سپیشل حکم کے تحت میت کو مال گاڑی میں بک کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی بکروں ، چھتروں ، دنبوں ، گائیوں ، بھینسوں ، گدھوں ، گھوڑوں ، مرغیوں ، بطخوں اور خنزیروں کی رفاقت میں قادیاں روانہ ہو جاتا ہے ۔۔۔ قادیاں میں چند نفوس اس کا نام نہاد جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر قادیان کی غلاظت کو قادیان میں گاڑ دیا جاتا ہے ۔۔۔

آتش افشاں ہے زمیں ایسی جگہوں سے کہ جہاں!
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے

(از جبر درانی)